ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol. 5 No.3 2021

علی اکبر ناطق کے ناول "کماری والا" میں جرائم کے تہذیبی و ثقافتی اسباب

محمد سجاد

پی ایچ۔ڈی سکالر شعبہ لسانیات و ادبیات (اُردو) قرطبہ یونی ورسٹی آف سائنس اینڈ ٹیکنالوجی، پشاور

ڈاکٹر تحسین بی بی

ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ لسانیات و ادبیات (اُردو) قرطبہ یونی ورسٹی آف سائنس اینڈ ٹیکنالوجی، پشاور / صدر شعبہ اردو، یونیورسٹی آف صوابی

Abstract:

Ali Akbar Natiq is a well-known Pakistani Urdu novelist of twenty first century. He holds a distinctive place among the Pakistani Urdu novel writers. His novel ´Kumari Wala´ is like a mirror in which we can see the picture of whole society. He has discussed the crimes as well as the reasons and motives of crimes. His novel "Kumari" Wala presented the dark, gloomy and deplorable picture of the society. He has also discussed the crimes took by bureaucracy, landlords and a common man. In Urdu novels the presentation of crimes and its reasons is itself a meaningful subject. In the present article ´The reasons and motives of crimes in Ali Akbar´s novel ‘Kumari Wala ‘has been discussed so that a new dimension of his novels can be exposed to the readers.

Key words:

Crime, Social Irregularities, Drinking, Poverty, Killing, Landlord Class, Gambling, Drugs, Homosexuality, Vulgar Literature

کلیدی الفاظ:

جرم، معاشی ناہمواریاں، شراب نوشی، غربت، قتل و غارت، جاگیر دارانہ نظام، جُوا، نشہ، لواطت، فحش لٹریچر

لفظ جرم سے مراد گناہ، تقصیر یا خطا ہے۔ جرم ایک دانستہ اور غیر قانونی فعل ہے۔ اس کے لیے نیت کا ہونا ضروری ہے۔ ہر وہ فعل جرم کے زمرے میں آتا ہے جو رائج الوقت قانون کے منافی ہو۔ جرم اور ظلم میں بھی تفریق پائی جاتی ہے۔ ہر جرم ظلم ہوتا ہے لیکن ہر ظلم جرم نہیں ہو سکتا۔ نسل انسانی کی پیدائش کے ساتھ ہی جرائم کے نہ ختم ہونے والے سلسلے کا آغاز ہو گیا تھا۔ زمین پر آدم کے بیٹے ہابیل نے اپنی ضد، حسد اور انا کی خاطر اپنے بھائی قابیل کو قتل کر کے سب سے پہلے جرم کی بنیاد ڈالی تھی۔ جرائم معاشرے میں اس وقت وقوع پذیر ہوتے ہیں جب امن و امان ہو یا عدل و انصاف ان سب کی حالت مخدوش ہو۔ اسی طرح جب معاشرہ انسانوں کی ذہنی، جسمانی اور اخلاقی ضروریات کو پورا کرنے سے قاصر ہوتا ہے تو اس وقت جرائم ابھرتے ہیں۔ دوسری طرف ذہنی دباؤ، نفسیاتی پیچیدگیاں اور دولت کی غیر منصفانہ تقسیم کی وجہ سے بھی جرائم وقوع پذیر ہوتے ہیں۔

ادب اور معاشرے کا ایک اٹوٹ رشتہ ہے۔ ایک ادیب اپنی ژرف نگاہی اور ادبی بصیرت کی بدولت اپنے ارد گرد جو کچھ دیکھتا اور محسوس کرتا ہے اُسے اپنی ادبی تخلیقات کے قالب میں ڈھال دیتا ہے۔ اُردو ادب کے مختلف ادوار میں مختلف ادبا نے جرائم کے مختلف نقطہ ہائے نظر کو اپنے ناولوں میں بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔ ان نمائندہ ناولوں میں مرزا ہادی رُسوا کا ناول " اُمراؤ جان ادا "عبد اللہ حسین کا" باگھ "غلام الثقلین نقوی کا "میرا گاؤں "عبد الحلیم شرر کا "فردوس بریں "خدیجہ مستور کا "زمین" اور بانو قدسیہ کا "راجہ گدھ "شامل ہیں۔ اکیسویں صدی میں جرائم کی بے قابو لہر نے ہماری تہذیبی اور ثقافتی زندگی کا شیرازہ بکھیر دیا ہے۔ اکیسویں صدی کے بہت سارے ناول نگاروں نے بھی اپنی تخلیقات میں مجرمانہ عناصر کو بے نقاب کرنے کی کوشش کی ہے۔ ان ناول نگاروں میں علی اکبر ناطق کا نام

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol. 5 No.3 2021

سر فہرست ہے۔ان کے ناولوں میں سیاسی و سماجی بصیرت کے ساتھ ساتھ مقصدیت بھی پائی جاتی ہے۔انہوں نے مجرمانہ عناصر کو بے نقاب کر کے اردو ناول میں ایک نئے باب کا اضافہ کیا ہے۔

علی اکبر ناطق اکیسویں صدی کے پاکستانی اردو ناول نگاروں میں ایک معتبر نام ہیں۔انہوں نے اپنے دو خوب صورت ناولوں "نولکھی کوٹھی" اور "کماری والا" سے اردو ناول کے دامن کو وسعت بخشی ہے۔ان کا مشاہدہ غضب کا ہے۔یہی وجہ ہے کہ ان کے ناول حقیقی زندگی کی سچی اور کھری تصویر پیش کرتے ہیں۔انہوں نے اپنے ناولوں میں زندگی کی ناہمواریوں اور مجرمانہ عناصر کے حوالے سے بحث کی ہے۔ان کا ناول "کماری والا" اپنے اندر پنجاب کی ثقافت کے متنوع رنگوں کو سموئے ہوئے ہے۔علی اکبر ناطق نے اپنے اس ناول "کماری والا" میں پنجاب کی سرزمین خصوصاً دیہی علاقوں پر قابض مافیا کی نقاب کشائی کی ہے۔علی اکبر ناطق کے پنجاب کی سرزمین سے اس مضبوط رشتے کے حوالے سے شمس الرحمان فاروقی لکھتے ہیں کہ:

"ان کے فکشن میں پنجاب کی سرزمین میں غیر معمولی دلچسپی ان کے بیان میں غیر معمولی مہارت کا ثبوت دیتی ہے۔"(۱)

ناول "کماری والا" کا ایک اہم موضوع سرکاری اداروں میں ہونے والی بددیانتی ہے۔سرکاری اداروں میں کام کرنے والا ہر شخص خدا بنا بیٹھا ہے۔ایسے لوگ سرکار کی ملکیت کو اپنے باپ کی جاگیر سمجھ بیٹھتے ہیں۔جن چیزوں پر عوام کا حق ہوتا ہے وہ ان لوگوں کے گھروں کی زینت بن جاتی ہیں۔ایسے لوگ وطن کی بنیادوں کو دیمک کی طرح آہستہ آہستہ کھوکھلا کر دیتے ہیں۔ناول کا ایک کردار جلال دین ایک سرکاری ڈسپنسری میں ملازم ہے۔جلال دین مجرمانہ ذہنیت کا مالک ہے۔یہ ڈسپنسری کے عملے کو بھی اپنی راہ پر لگا کر ڈسپنسری کی اشیا پر ہاتھ صاف کرتا رہتا ہے۔یہ شخص حکومت کی فراہم کردہ ادویات کو بلیک مارکیٹ میں فروخت کر کے اپنی جیبیں بھرتا رہتا ہے اور حق دار مریض ایڑیاں رگڑتے رگڑتے مر جاتے ہیں۔

"ڈسپنسری میں حکومت کی طرف سے ملنے والی مفت دوائیاں جلال دین شہر میں جا کر دوبارہ بیچ آتا اور اُس سے ملنے والے پیسے لوگوں کو ادھار دیتا ہے۔۔۔نرس اور جلال دین آپس میں ملے ہوئے ہیں اور ساری دوائیاں بیچ دیتے ہیں۔۔۔ڈاکٹر بھی ان کے ساتھ اس کام میں ملوث تھا بلکہ جو بھی نیا ڈاکٹر آتا جلال دین اس کی آنکھوں کا تارا بن جاتا۔"(۲)

جرائم کے اسباب میں سے ایک اہم سبب شراب نوشی ہے۔اسی لیے شراب کو اُم الخبائث کہا گیا ہے۔شراب نوشی کی لت میں مبتلا شخص ملک و قوم کے لیے کسی مثبت کام کو سرانجام دینے کی بجائے ان پر بوجھ بن جاتا ہے۔ایسے لوگ ایک ناسور کی طرح ہوتے ہیں جو معاشرے کا حسن تباہ کر دیتے ہیں۔شراب نوشی کرنے والا شخص دوسرے بہت سارے جرائم میں بھی ملوث ہوتا چلا جاتا ہے۔بعض اوقات یہ لوگ اپنی اس لت کو پورا کرنے کے لیے چوری اور قتل غارت جیسے جرائم میں بھی ملوث ہو جاتے ہیں۔ناول "کماری والا" میں شراب جیسے کریہہ جرم اور اس کے بھیانک نتائج پر بھی بحث کی گئی ہے۔ناول کا کردار جلال ڈسپنسری میں ادویات کے طور پر آنے والی الکوحل کو اپنے دوست کے ساتھ مل کر پیتا ہے۔یہ لوگ نہ صرف شراب نوشی کرتے ہیں بلکہ علاقے کے ایک بچے شمیر کے ساتھ لوطی فعل بھی سرانجام دیتے ہیں۔

"اسی کے ساتھ ایک کریہہ منظر میری آنکھوں کے سامنے ظاہر ہوا۔شمیر چارپائی پر اُلٹا لیٹا تھا اور یہ ننگا تھا۔اُس کے ساتھ جلال دین بھی محض نیکر پہنے لیٹا تھا اور دونوں ایک دوسرے کے ساتھ اُلجھے ہوئے تھے۔۔۔ابھی میری دہشت جاری تھی کہ عین اُسی کوارٹر کے ایک کمرے سے وہی یونس نامی آدمی باہر نکل کر برآمدے میں آ گیا۔وہ بھی الف ننگا تھا اور ہاتھ میں ایک بڑی سی شیشی تھی۔اس کا ننگا جسم انتہائی کریہہ لگ رہا تھا۔پیٹ پر بڑھا ہوا گوشت سور کی چربی کی طرح لٹک رہا تھا۔یہ بڑی مونچھوں والا جلال دین سے بھی بڑھ کر خوفناک اور گندا معلوم ہو رہا تھا۔وہ بھی اُسی بڑی چارپائی پر اُن کے ساتھ لیٹ گیا۔پھر دونوں مل کر شمیر کو چمٹ گئے۔"(۳)

نشے اور جوئے کی لت انسان کو کہیں کا نہیں چھوڑتی۔یہ انسان کو معاشرے میں تنہا کر دیتی ہے۔ایسا انسان نشے کی حاجت کو پورا کرنے کے لیے اپنے خونی رشتوں کو بھی داؤ پر لگا دیتا ہے۔ناول کا ایک کردار معیز نشے اور جوئے کی لت میں مبتلا ہے۔یہ اپنی اس لت کو پورا کرنے کے لیے اپنی جان سے عزیز نانی اور نانا کو

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol. 5 No.3 2021

قتل کر ڈالتا ہے۔اس طرح نشے اور جوئے میں مبتلا شخص اپنی ذہنی تسکین کے لیے اپنوں کو قربان کر ڈالتا ہے۔ہمارا معاشرہ ایسے بہت سارے کرداروں سے بھرا پڑا ہے۔ہمارے اردگرد ایسے بہت سارے لوگ ہیں جونشے کی لت میں مبتلا ہو کر خود اپنے گھر اور خاندان کی بربادی کا سبب بنتے ہیں۔ان میں سے بعض تو ایسے بھی ہیں جو اپنی ذہنی اور جسمانی تسکین کے لیے اپنی بیوی اور بچوں تک کو جوئے کے اڈے پر ہار دیتے ہیں یا پھر انہیں فروخت کر دیتے ہیں۔اس حوالے سے محمد اشرف ملک لکھتے ہیں کہ:

"ایک حاجت مند نشے کا عادی،جب نشے سے ٹوٹا ہوا ہو،جیب خالی اور غم روزگار سے بھی دل شکستہ ہو تو ایسے عالم میں اس کے لیے ادھر اُدھر سے رقم بٹورنے یا آمادہ جرم ہونے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں ہوتا۔جب تک وہ مکمل نشے کی حالت میں ہو،تو وہ اپنی ہی دھن میں خیالات کی دنیا میں کھویا رہتا ہے۔۔۔افراد خاندان کے لیے وہ باعث مصیبت اور ننگ وناموس بن جاتا ہے۔تہذیبی ضابطوں کی پرواہ کیے بغیر حصول نشہ کے لیے رقم فراہم کرنے پر تُل جاتا ہے۔اخلاق سوز حرکات کے باعث احساس کمتری جنم لیتی ہے۔"(۴)

انصاف کی عدم دستیابی کسی بھی معاشرے کی تباہی میں کلیدی کردار ادا کرتی ہے۔انصاف کی بدولت ہی ریاستیں پھلتی پھولتی ہیں۔جن اداروں یا معاشروں میں انصاف کو بالائے طاق رکھ دیا جاتا ہے وہ ادارے یا معاشرے جلد ہی اپنی شناخت کھو کر تباہ وبرباد ہو جاتے ہیں۔جن لوگوں کے پاس دولت کے انبار ہیں قانون ان کے گھر کی باندی ہے۔ناول کا کردار معیز اپنے نانا اور نانی کا قاتل ہے۔عدالت اس کے لیے پھانسی کی سزا تجویز کرتی ہے لیکن یہ جج کو رشوت دے کر پھانسی کے پھندے سے بچ جاتا ہے۔ناول کے مرکزی کردار ضامن کی گفتگو ہم پر بہت سارے راز افشا کرتی ہے۔

"والد کے اس انکشاف پر میں ایک دم سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔وہ رہا ہو گیا؟
تو اور کیا پورے بیس سال بھگتا لیے۔عمر قید ہوئی تھی اب وہ پوری ہو گئی۔
مگر آپ نے پہلے تو یہ بات نہیں بتائی۔میں تو اُسے سزائے موت دیے بیٹھا تھا۔
لو اور سنو،میں نے تجھے ایک بار کہا تو تھا جج کو پیسے دے کر موت سے عمر قید میں بدلوا گیا ہے۔وہ تو شکر ہے اس کے پاس پیسے زیادہ نہیں تھے ورنہ تو عمر قید سے بھی نکل جاتا۔"(۵)

جاگیردارانہ نظام ہمارے ملک میں سب سے بڑا مافیا ہے۔مہذب معاشرے میں بسنے والے والے لوگ اس بات پر یقین ہی نہیں کر سکتے کہ جاگیرداروں کے اونچے شملوں کے پیچھے کتنے کریہہ چہرے چھپے ہوئے ہیں۔یہ لوگ زمین اور مال ودولت کی ہوس میں اپنوں کی زندگیوں کو بھی داؤ پر لگا دیتے ہیں۔ناول کا ایک کردار احمد بخش دولت کے لالچ میں اپنے چھوٹے بھائی صادق بخش کو قتل کروا دیتا ہے۔یہ جاگیردار اپنے بھائی کی موت کو ایکسیڈنٹ کا رنگ دے کر قتل کو چھپا دیتا ہے۔کچھ عرصے بعد احمد بخش کا بیٹا طلال دولت اور زمین کے حصول کے لیے اپنے دوسرے چچا الہ بخش کو بھری عدالت میں قتل کروا دیتا ہے۔

"ابھی وہ سوچ ہی رہا تھا کہ فتے اوڈ نے اپنی قمیص کے نیچے سے دیسی لوہار کے ہاتھ سے بنا ہوا وہ طپنچہ نکال لیا جس میں ایل جی کارتوس پڑا تا تھا۔یہ کارتوس اتنا سخت اور زوردار تھا کہ ایک بھینسے کو مارنے کے لیے کافی تھا۔اُس نے الہٰ بخش کے دل کے اوپر رکھ کر گھوڑا دبا دیا۔ایک ایسا دھماکا ہوا کہ تمام عدالت کانپ اُٹھی۔جج بھاگ کر اپنے کمرے میں گھس گیا اور ہر طرف ہڑبونگ مچ گئی۔اتنے میں فتے اوڈ نے کمرے کو کنڈی لگا دی تاکہ الہ بخش کے گارڈ اندر نہ آجائیں۔"(۶)

الہ بخش کے قتل کے بعد طلال اپنی چچی اور چچازاد بہن ڈاکٹر فرح کو بھی قتل کروا دیتا ہے۔طلال پولیس کو اپنے ساتھ ملا کر جعلی پولیس مقابلے میں ڈاکٹر فرح کو قتل کروا دیتا ہے۔یہ تھانیدار سے پولیس کی وردیاں حاصل کر کے اپنے بندوں کو پولیس کا روپ دیتا ہے۔اس طرح قانون نافذ کرنے والے سورماؤں کی ناک کے نیچے ایک انسان کی جان لے لی جاتی ہے لیکن ان کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگتی۔سلمان عابد لکھتے ہیں کہ:

"جرائم پیشہ افراد اور پولیس کا گٹھ جوڑ یا پولیس میں جرائم پیشہ افراد کی موجودگی خود پولیس کے نظام پر بڑا سوالیہ نشان ہے۔اگرچہ اس کا اعتراف نہیں کیا جاتا اور یہی رائے دی جاتی ہے کہ پولیس کا اپنا داخلی احتساب کا نظام مضبوط ہے،مگر ایسے شواہد سامنے آتے ہیں کہ کس طرح سے پولیس جرائم پیشہ افراد کو

تحفظ فراہم کرتی ہے۔یہ عمل پولیس کے اپنے ادارے میں موجود ہے اور اس کا اعتراف کیا جانا چاہیے۔(۷)

جرائم کا سب سے بڑا سبب غربت ہے۔اگر کسی معاشرے میں امیر لوگ امیر سے امیر تر اور غریب لوگ غربت کے بوجھ تلے دبتے ہیں تو جرائم وہاں پر اپنا راستہ بنانا شروع کر دیتے ہیں۔ناول کا ایک کردار ضامن ایک نوعمر لڑکا ہے جو ایک فیکٹری میں کام کرنے کے لیے جاتا ہے۔مصنف نے اس کردار کے ذریعے فیکٹریوں میں ہونے والے جرائم کا نقشہ بڑے اچھے انداز میں کھینچا ہے۔مصنف لکھتے ہیں کہ کس طرح ٹریڈ یونینز اور مزدور یونینز کے نام پر غریب مزدوروں کے منہ سے نوالہ چھینا جاتا ہے۔اس کے علاوہ فیکٹریوں میں ہونے والی جنسی زیادتی جیسے جرم کو بھی بے نقاب کیا گیا ہے۔ضامن کے ساتھی مزدور لڑکے کے ساتھ اتنی زیادتی کی جاتی ہے کہ اس کی روشن اور خوب صورت آنکھیں بجھ کر رہ جاتی ہیں۔

> "میں نے پہلے دن کہا تھا تم قسمت والے ہو۔تمھیں بتاؤں مجھ سے پورے چار مہینے یہ لوگ ریپ کرتے رہے ہیں۔پھر بندے کو ویسے ہی عادت ہو جاتی ہے۔خدا کی قسم میں اپنے علاقے میں بھوک کی خودکشی سے نکلنے کے لیے یہاں آیا تھا اور وہ سب سہا جو تمھیں صرف بتایا جا رہا ہے۔واپس اس لیے نہیں گیا کہ وہاں صرف بھوک کی موت ہے۔اگر میری اکیلی ذات ہوتی تو میں سہہ لیتا مگر اپنی ماں کے علاوہ ایک بہن اور دو چھوٹے بھائیوں کو بھوکا مرتے نہیں دیکھ سکتا تھا۔"(۸)

نوعمر بچوں کی ہر موڑ پر رہنمائی انتہائی ضروری ہے۔یہی وہ دور ہوتا ہے جب ان کی شخصیت بننے یا بگڑنے کی طرف مائل ہوتی ہے۔اگر نوعمر بچوں پر نظر نہ رکھی جائے تو ان کے کردار میں کوئی نہ کوئی کجی رہ جاتی ہے جو ان کی شخصیت کو تباہ کر دیتی ہے۔ناول "کماری والا" میں نوجوانوں کی اخلاقی گراوٹ کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔والدین نوعمر بچوں کو گھر سے دور اکیلے ہی فیکٹریوں میں کام کے لیے بھیج دیتے ہیں۔ایسے میں یہ نوعمر بچے ہم جنس پرستی میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ناول کا کردار ضامن جب فیکٹری میں کام کرنے والے ساتھیوں کے ساتھ رہائش اختیار کرتا ہے تو اسے ان سارے حالات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ناول سے یہ اقتباس ملاحظہ کریں:

> "یہ تمام افغانی لڑکے، جو مجھ سے عمر میں تو کم تھے مگر جنسی تلذذ کے شیدا تھے، انھوں نے نہایت بے باکی سے اپنے کپڑے اُتار دیے اور اس نیم تاریک، کالے اور سیم زدہ گیلے بدبودار کمرے میں ایک دوسرے کے ساتھ جفتی میں مصروف ہو گئے۔یہ تمام لڑکے نہایت دلیری سے برہنہ ہو کر اور کھلے پن سے آپس میں سیکس کرنے لگے۔ایک لڑکا جو میری چارپائی پر لیٹا تھا مجھے شدت سے دعوت دینے لگا۔"(۹)

ہمارے ہاں فن اور کلچر کے نام پر جرائم کو پروان چڑھانے کا کام کئی دہائیوں سے جاری و ساری ہے۔ملک کی کئی نامور شخصیات فن کے نام پر ہم جنس پرستی اور زنا کے اڈوں کو چلا رہی ہیں۔ناول "کماری والا" کے کردار ظفر عالم اور اس کی بیوی بھی ایسے ہی کریہہ کردار ہیں۔یہ لوگ پروڈکشن ہاؤس کی آڑ میں جسم فروشی کا دھندہ کرتے ہیں۔یہ لوگ نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کو ٹی وی اور فلموں میں کام دلوانے کا لالچ دے کر انہیں بلیک میل کرتے ہیں۔یہ لوگ ان معصوم لڑکوں اور لڑکیوں کو ملکی اور غیر ملکی سطح پر جسم فروشی کے لیے بھیجتے ہیں۔اس طرح جسم فروشی کی یہ دلدل ہی ان کا آخری ٹھکانہ ثابت ہوتی ہے۔نیاز فتح پوری فحاشی اور جسم فروشی کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ:

> "فحاشی نام ہے ہر اس طریق عمل کا جو قانون قدرت یا سوسائٹی کے مقرر کردہ اصولوں کے خلاف خواہش نفس کو پورا کرنے کے لیے اختیار کیا جائے اور اس میں وہ صورت بھی شامل ہے جس کا تعلق کسب زر سے ہے اور جسے عصمت فروشی کہتے ہیں۔"(۱۰)

دہشت گردی آج کی دنیا کا ایک ایسا مسئلہ ہے جس نے پوری انسانیت کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے۔دہشت گردی جیسے بھیانک جرم کا سبب غربت اور مذہبی تفرقہ بازی ہے۔ہمارے ہاں نام نہاد مذہبی اسکالر منبر رسول پر بیٹھ کر ایسی فرقہ وارانہ گفتگو کرتے ہیں جس سے ایک مسلک کے لوگ دوسروں کی عبادت گاہوں کو نشانہ بناتے ہیں۔اس کے علاوہ دشمن ملک عناصر ہمارے درمیان مذہبی تفرقات کو ہوا دینے کے لیے بھی ہماری مساجد اور مدارس کو دہشت گردی کا نشانہ بناتے ہیں۔ناول "کماری والا" میں دہشت گردی جیسے مسئلے کو بھی اجاگر کیا گیا ہے۔ناول کے ایک کردار حاجی فطرس اہل تشیع ہیں۔یہ ایک سمجھدار انسان ہیں جو کسی

بھی مذہبی معاملے میں سوچ سمجھ سے کام لیتے ہیں۔ یہ جب ایک معاملے میں اہل تشیع کا ساتھ دینے سے انکار کرتے ہیں تو ان پر دہشت گردانہ حملہ کروا کر ان کو قتل کر دیا جاتا ہے۔

جنس زدہ ادب اور کتب کی اشاعت قانوناً جرم ہے۔ اس طرح کی اخلاق باختہ کتب نئی نسل کو تباہ و برباد کر دیتی ہیں۔ نوجوان نسل ایسی اخلاق باختہ کتب پڑھنے کے بعد بے راہ روی کا شکار ہو رہی ہے۔ ایسی ہیجان انگیز کتب پڑھنے والے نوجوانوں کے جذبات برانگیختہ کرنے میں اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ ایسی صورت میں نوجوان نسل اپنی جنسی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے ہم جنس پرستی، لواطت اور زنا جیسے افعال کی مرتکب ہو رہی ہے۔ نال "کماری والا" کا ایک کردار سیف اللہ ایک مذہبی شخص ہے لیکن یہ لوگوں سے جنس زدہ کہانیاں لکھوا کر اسے شائع کرتا ہے۔ ان کہانیوں کو پڑھ کر بہت سارے نوجوان لڑکے لواطت کا شکار ہو جاتے ہیں۔ ناول کا ایک کردار ضامن اچانک سیف اللہ سے ٹکراتا ہے تو سیف اللہ کی شائع کردہ کتاب اس کے ہوش اُڑا دیتی ہے۔

> "ابھی دو تین صفحے ہی پڑھے تھے کہ میرا سر گھومنے لگا۔ اوہ میرے خدایا، یہ کیا لکھا ہوا ہے؟ یہ تو ایک ہولناک قسم کی ٹرپل ایکس سٹوری تھی اور ایک لڑکا اپنے دوست کے ساتھ مل کر اپنی بہن کے ساتھ سیکس کرنے چلا تھا۔ میرا سر چکرانے لگا۔ یہ چھوٹے چھوٹے صفحات تھے۔ میں چند منٹوں میں بیس پچیس صفحات پڑھ گیا اور بالکل سکتے کی حالت میں آ گیا۔ نہایت کریہہ اور واہیات قسم کی یہ کتاب تو واقعی ایک گھناؤنا جرم تھا۔ تو یہ بُڈھا بک شاپ کے پردے میں یہ دھندہ کھولے بیٹھا تھا۔(۱۱)

ہمارے معاشرے میں ایسے بہت سارے جنسی واقعات وقوع پذیر ہوتے ہیں جن میں مجرم اپنے شکار کی عمر، صنف اور رتبے کی پرواہ نہیں کرتا۔ اس کی اصل وجہ یہی ہے کہ جب ہمارے نوجوان مجرمانہ سرگرمیوں میں پڑ کر وقت سے پہلے بالغ ہو جاتے ہیں تو ان کے اندر صنف مخالف کی خواہش پنپنے لگتی ہے جس کی وجہ سے یہ نوجوان جنسی جرائم میں ملوث ہو جاتے ہیں۔ سعید ابراہیم لکھتے ہیں کہ:

> "غور کریں تو اصل مسئلہ ان افراد کا نہیں جو پیدائشی طور پر ہم جنس پسند یا خواجہ سرا ہیں بلکہ اصلی مسئلہ تو ان لوگوں کا ہے جو عورت دستیاب نہ ہونے کی صورت میں معصوم بچوں کو اپنی ہوس کا نشانہ بناتے ہیں اور کئی کیسز میں ان کو بے دردی سے قتل بھی کر دیتے ہیں۔ یہ ہولناک جرم ہمارے ہاں تیزی سے پھیل رہا ہے مگر سوسائٹی اس کے بارے میں ذمہ دارانہ حساسیت سے عاری دکھائی دیتی ہے۔"(۱۲)

شراب نوشی ایک جرم ہے جو ہماری نوجوان نسل میں تیزی سے پھیلتا جا رہا ہے۔ شراب نوشی جیسے جرم کے پھیلاؤ کی ایک بڑی وجہ پولیس کی سرپرستی ہے۔ پولیس امراؤ و روساء اور اعلیٰ طبقہ کے لوگوں کو شراب مہیا کرنے والوں کی سرپرستی کرتی ہے۔ اس طرح یہ جرم اونچے طبقے میں زیادہ تیزی سے پھیلتا چلا جا رہا ہے۔ ناول "کماری والا" کا ایک کردار یوسف ایک ہسپتال میں صفائی کا کام کرتا ہے۔ یہ شخص اپنے گھر میں شراب کشید کر کے اسے اونچے طبقے کی اعلیٰ شخصیات تک پہنچاتا ہے۔ اس سلسلے میں اسے پولیس کی مکمل سرپرستی حاصل ہے۔ یوسف کی طرف سے پولیس کو ہر ماہ باقاعدگی سے ایک موٹی رقم ادا کی جاتی ہے جس وجہ سے پولیس اس کی ہر حرکت کی طرف سے آنکھیں بند کیے ہوئے ہے۔ یعنی:

> "ان کی شراب کا تمام کاروبار ہسپتال میں طے پاتا تھا اور ہسپتال کے ایک کمرے میں شراب کو سٹور کر کے رکھتے تھے جہاں یہ اپنے وائپر، جھاڑو اور دیگر صفائی کا سامان رکھتے تھے۔۔۔ یہی کمرہ ان کی سپلائی کے کام کے لیے مفید تھا۔ یوسف مختلف صاحبوں یعنی بڑے بڑے افسروں، بیوروکریٹس اور اپنے دیگر گاہکوں کے لیے اُن کی پارٹیوں اور نجی محفلوں میں استعمال ہونے والی شراب کی بوتلیں پہلے یہاں لا کر رکھتا، پھر اُنھیں گاہکوں تک پہنچاتا تھا۔ اس کی بیوی بھی اس کے کام میں ہاتھ بٹاتی تھی۔"(۱۳)

علی اکبر ناطق کا ناول "کماری والا" اردو ادب میں ایک خوب صورت اضافہ ہے۔ انہوں نے اس ناول میں معاشی اور سماجی بے راہ رویوں کو بیان کیا ہے۔ ان کا ناول ایک ایسا آئینہ ہے جس میں اکیسویں صدی کے ہمارے معاشرے کی سچی تصویر دیکھی جا سکتی ہے۔ علی اکبر ناطق کا اسلوب سادہ اور دلکش ہے۔ ان کی تحریریں ادبی چاشنی اور ادبیت کی شان لیے ہوئے ہیں۔ ان کے ہاں سادگی اور سلاست کے باوجود اظہار کی بے باکی بھی ہے۔ ان کے اسلوب کے حوالے سے شمس الرحمان فاروقی یوں رقمطراز ہیں:

ناطق کی نثر سے مکالمہ اور بیانیہ کے نامانوس گوشوں پر ان کی قدرت کا اندازہ ہوتا ہے۔ناطق کے فکشن کا قاری خود انسان اور فطرت کے پیچیدہ رشتوں،انسان اور انسان کے درمیان محبت اور آویزش کے نکات سے بہرہ اندوز ہوتا ہوا دیکھ سکتا ہے۔"(۱۴)

علی اکبر ناطق کا ناول"کماری والا" اردو ناول نگاری میں ایک اہم پیش رفت ثابت ہو گا جو اپنے عہد کی نمائندگی کرتا ہے اور موجودہ معاشرت کی جیتی جاگتی تصویر کشی کو اجاگر کرتا ہے۔ یہ ناول جرائم کی پیشکش کا ایک اہم حوالہ ہے۔ جس میں نہ صرف موجودہ دور بلکہ آنے والے وقتوں کی کئی نمایاں جہتوں کی عکاسی کی گئی ہے۔اور ہمارے معاشرے میں پنپنے والے کئی در واہوئے ہیں۔ جن کو علی اکبر ناطق نے اپنی ژرف نگاہی و ادبی بصیرت سے نہایت خوبصورتی سے بیان کیا ہے۔ جو ان کی کامیابی کا ضامن ہے

حوالہ جات

۱۔ شمس الرحمان فاروقی،"نولکھی کوٹھی"از علی اکبر ناطق،فلیپ،جہلم،بک کارنر،۲۰۲۰ء

۲۔ علی اکبر ناطق"کماری والا"جہلم،بک کارنر،۲۰۲۰ء،ص ۴۱

۳۔ علی اکبر ناطق"کماری والا"ایضاً،ص ۴۳،۴۲

۴۔ محمد اشرف ملک"مبادیات جرمیات،علم جرم فلسفہ جزاوسزا"لاہور،الکوثر پبلی کیشنز،۱۹۶۸ء،ص ۱۹۱

۵۔ علی اکبر ناطق"کماری والا"ایضاً،ص ۴۵۷

۶۔ ایضاً،ص ۱۴۳،۱۴۲

۷۔ سلمان عابد"دہشت گردی ایک فکری مطالعہ"لاہور،جمہوری پبلی کیشنز،۲۰۱۶ء،ص ۹۴

۸۔ علی اکبر ناطق"کماری والا"ایضاً،ص ۳۵۳

۹۔ ایضاً،ص ۳۶۰

۱۰۔ نیاز فتح پوری"ترغیبات جنسی یا شہوانیات"لاہور،آواز اشاعت گھر،۲۰۰۴ء،ص ۱۰

۱۱۔ علی اکبر ناطق"کماری والا"ایضاً،ص ۵۷۴

۱۲۔ سعید ابراہیم"سیکس اور سماج"لاہور،سانجھ پبلی کیشنز،۲۰۲۰ء،ص ۲۲۷

۱۳۔ علی اکبر ناطق"کماری والا"ایضاً،ص ۶۰۸

۱۴۔ شمس الرحمان فاروقی،"نولکھی کوٹھی"از اکبر علی ناطق،فلیپ،جہلم،بک کارنر،۲۰۲۰ء